لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
(احزاب ۲۱)

علم الحدیث

از

شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمن اعظمی دامت برکاتہم

فہرست مضامین مقدمۂ علم الحدیث

شمار	مضامین	صفحہ
۱	علم الحدیث (مبادی عشرہ)	۶
۲	علم حدیث کی تعریف میں تفصیل	۷
۳	علم روایۃ الحدیث، علم درایۃ الحدیث	۷
۴	علم فقہ الحدیث	۹
۵	حدیث، خبر، اثر، روایت، سنت کی تشریح	۱۰
۶	حدیث کو حدیث کیوں کہتے ہیں	۱۱
۷	رسالہ: ما یجب حفظہ للناظر (یعنی طبقات کتب حدیث)	۱۳
۸	حالات امام بغوی (صاحب مصابیح السنہ)	۱۵
۹	حالات امام خطیب تبریزی (صاحب مشکوۃ)	۱۸

علم الحدیث

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے مدرسہ مظاہر علوم میں جسکے اولین سرپرست اور مربی روحانی تھے، یہ ہدایت اور وصیت کی تھی: ”مہتمم صاحب کو ضروری ہے کہ اس امر میں سعی فرمائیں کہ طلبہ حدیث و فقہ کو بغور و تدبر پڑھیں کہ اصلی مقصد بنائے مدرسہ سے یہ ہے اور بس، اور دیگر فنون خادم و مبادی اس کے ہیں جیسے فنون عربیہ و ادبیہ و اصول یا مخل و مضر اس کے ہیں جیسے فلاسفہ جہل مرکب ...“

مدرسین (مظاہر علوم) کی خدمت میں بھی یہی عرض ہے کہ در باب درس دینیات طلبہ پر تنبیہ رکھیں کہ خوب تدبر کے ساتھ مطالعہ کر کے سمجھیں اور فنون دینیہ خصوصاً حدیث شریف کا بہت اہتمام کریں۔ فقط وانا الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (از تخصص حدیث شریف تالیف مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ ص ۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم الحدیث

(ماخوذ از کرمانی و عمدۃ القاری)

۱۔ **تعریف** : وہ علم ہے جس میں آنحضور ﷺ کے احوال، اقوال، افعال اور تقریرات سے بحث کی جائے، (تقریر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی کام کو کرتے ہوئے دیکھا یا سنا ہو اور منع نہ فرمایا ہو).

۲۔ **موضوع** : نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے اس حیثیت سے کہ آپ نبی تھے نہ اس حیثیت سے کہ آپ انسان تھے، یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لیجئے کہ آپ ﷺ کے احوال، اقوال، افعال اور تقریرات اس فن کا موضوع ہیں.

۳۔ **غایت** : آپ ﷺ کی اتباع کرکے سعادتِ دارین حاصل کرنا.

۴۔ **مسائل** : وہ قضایا جو ضمناً ذکر کئے جاتے ہیں، جیسے قال رسول اللہ ﷺ: انما الاعمال بالنیات.

۵۔ **اسم** : علم الحدیث.

۶۔ **استمداد** : آنحضور ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات اور احوال سے.

۷۔ **واضع** : صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین.

۸۔ **نسبت** : علوم شریعت میں سے ہے جو حدیث، تفسیر اور فقہ ہیں.

۹۔ **فضیلت** : اس کو بڑا شرف حاصل ہے کہ اس کے ذریعہ قرآن کی تشریح ہوتی ہے

اور اسی سے آنحضرت ﷺ کے اتباع کا طریقہ معلوم ہوتا ہے ۔

۱۰۔ حکم : منفرد پر فرض عین ہے اور متعدد پر فرض کفایہ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ۲)

انّ مبادیَ کلّ علم عشرہ الحدُّ، الموضوع ثم ثمرہ

و فضلہ و نسبتہ والواضع والاسم، الاستمداد، حکم الشارع

مسائل، و البعض بالبعض اکتفی ومن دری الجمیع حاز الشرفا

(کتاب الفرات الفائض الی تعلم علم الفرائض ص ۲۱)

علم حدیث کی تعریف میں تفصیل

علم حدیث لفظ قوم کی عبارت میں کئی معنوں میں بولا گیا ہے، ان تمام اقوال کو سامنے رکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث تین معنوں میں بولا جاتا ہے :

۱۔ علم روایۃ الحدیث: اوپر جو تعریف کی گئی وہ اسی علم روایت حدیث کی تھی جیسا کہ ابن الاکفانی [۱] نے ارشاد القاصد میں اور باجوری نے شمائل کے حاشیہ میں ذکر کی ہے، اس فن کی کتابیں صحاح ستہ وغیرہ ہیں کما ذکرہ ابن الاکفانی، ابن الاکفانی کے الفاظ یہ ہیں :

علم روایۃ الحدیث علمٌ بنقل اقوال النبی ﷺ و افعالہ بالسماع المتصل و ضبطھا و تحریرھا . (توجیہ النظر للجزائری ۲۲)

باجوری کے الفاظ یہ ہیں: عرفوا علم الحدیث روایۃ بانہ علم یشتمل علی نقل ما اضیف الی النبی ﷺ قیل او الی صحابی او الی من دونہ قولا او فعلا او تقریرا او صفۃ . (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ۲)

۲۔ علم درایۃ الحدیث: جس کو علم اصول حدیث بھی کہتے ہیں جس میں یہ بحث ہوتی

---

[۱] ابن الاکفانی کا پورا نام یہ ہے: محمد بن ابرہیم بن ساعد انصاری الاکفانی السنجاری المتوفی ۷۴۹ھ (حاشیہ تدریب الراوی ۱/۴۰)

ہے کہ حدیثیں کس طرح آنحضرت ﷺ سے متصل ثابت ہوتی ہیں ، رواۃ کو عادل و ضابط ہونا چاہئے ، سند کو بھی متصل ہونا چاہئے وغیر ذلک

ابن الاکفانی کے الفاظ یہ ہیں : علم دراية الحديث علم يتعرف منه انواع الرواية و احكامها و شروط الرواية و اصناف المرويات و استخراج معانيها .

پھر اس فن کی کتابوں کی مثال میں امام نوویؒ کی تقریب وتیسیر ، ابن الصلاح کی علوم الحدیث ،حاکم کی معرفۃ علوم الحدیث اور خطیب کی الکفایہ کے نام لئے ہیں ، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم درایۃ الحدیث اور اصول حدیث ان کے یہاں مرادف ہیں .

یہی بات علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم ص۲ میں ذکر فرمائی ہے ، لیکن حضرت شیخ محمد زکریاؒ نے مقدمہ اوجز المسالک ص ۵ میں فرمایا کہ مشائخ کا کلام علم حدیث کی تعریف میں مختلف ہے بعض نے ایسی تعریف کی جو اصول حدیث پر صادق آتی ہے اور بعض نے ایسی جو درایت حدیث پر صادق آتی ہے لیکن ہم جس کو بیان کرنا چاہتے ہیں وہ علم روایت حدیث ہے ... اھ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک اصول حدیث اور درایت حدیث الگ الگ ہیں ، باجوری کی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں علم درایت حدیث علم اصول حدیث ہی کا نام ہے ، وہ درایت حدیث کی یہ تعریف کرتے ہیں :

وهو يعرف به حال الراوى و المروى من حيث القبول و الرد و ما يتبع ذلك ، و موضوعه الراوى و المروى من الحيثية المذكورة ، و غايته معرفة ما يُقبل و ما يُردّ ..... الخ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ۲)

یہ بعینہ اصول حدیث کی تعریف ہے . (دیکھئے توجیہ النظر ۲۱)

لیکن ابن الاکفانی کی عبارت میں "واستخراج معانیھا" کا جو لفظ ہے وہ موجب اشکال ہے ، اسلئے کہ اصول حدیث کی کتابوں میں حدیثوں کے معانی کا استخراج نہیں ہوتا، تو ابن الاکفانی نے تعریف عام کی اور مثال خاص دی ، تعریف ایسی کی جس میں علم فقہ الحدیث بھی

داخل ہوگیا.

تنبیہ: علم اصول حدیث کو باجوری نے علم درایتِ حدیث سے تعبیر کیا، اسی طرح ابن الاکفانی نے بھی (تھوڑے مناقشہ کے ساتھ) کمامر، لیکن صاحبِ کشف الظنون نے علم اصول حدیث کو علم بروایۃ الحدیث سے تعبیر کیا ہے. دیکھئے کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون لملا کاتب چلپی المعروف بہ حاجی خلیفہ ۱/۶۳۵

اسی طرح صاحب الحطہ بذکر الصحاح الستہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی اس کو علم الحدیث روایۃً سے تعبیر کیا. (دیکھئے مقدمۂ تحفۃ الاحوذی ۲)

۳۔ **علم فقہ الحدیث** : یعنی وہ علم جس میں الفاظِ حدیث کے معانی اور مراد سے بحث کی جائے، قواعد شریعت اور عربیت نیز رسول اللہ ﷺ کے احوال کو سامنے رکھ کر مراد کی تعیین کی جائے، اس فن کو حاجی خلیفہ نے علم درایت حدیث سے تعبیر کیا ہے، اور اس کا موضوع احادیث رسول ﷺ ہیں معنی مراد پر دلالت کے اعتبار سے، اور اس کی غرض آداب نبوی سے آراستہ و پیراستہ ہونا اور مکروہات و ممنوعات سے منزہ اور پاک ہونا ہے اور اس کا نفع سب سے بڑا نفع ہے. (دیکھئے کشف الظنون ۱/۶۳۵ ومقدمۂ تحفۃ الاحوذی ۲)

اسی فن کو ابن الکفانی نے ”واستخراج معانیھا“ بڑھا کر علم درایت حدیث میں داخل کرنا چاہا ہے، شاید انھوں نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ علم درایت حدیث کی تعریف معنی و مراد سے بحث کرنے والے علم سے کرتے ہیں اور بعض لوگ علم اصول حدیث کے مرادف مفہوم سے اسلئے دونوں کو جمع کردیا، لیکن حقیقت میں یہ دونوں الگ الگ فن ہیں، اس تیسرے فن کی کتابوں میں طحاویؒ کی شرح معانی الآثار اور شرح السنۃ للبغوی کو شمار کرسکتے ہیں، جس میں حدیث کے معانی سے بحث کی گئی ہے، اسی طرح صحاح ستہ کی شروح بھی اس میں داخل ہیں، اسلئے کہ ان میں احادیث سے مستنبط ہونے والے معانی سے بحث کی جاتی ہے، بلکہ احادیث کی وہ کتابیں بھی اس میں داخل ہوسکتی ہیں جن کے مصنفین نے احادیث سے

معانی اخذ کر کے تراجم ابواب قائم کئے جیسے بخاری، ترمذی، ابو داود . واللہ اعلم

حدیث، خبر، اثر اور روایت وغیرہ الفاظ کی تشریح

حدیث : یہ قدیم کی ضد ہے، تھوڑی اور زیادہ خبر میں اس کو استعمال کرتے ہیں، اسلئے کہ وہ شیئا فشیئا بیان کی جاتی ہے، یہ لغوی معنی تھا، شیخ الاسلام ابن حجر نے شرح بخاری میں یہ لکھا ہے کہ شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہیں، ما اضیف الی النبی ﷺ ، سیوطی فرماتے ہیں گویا اس کا استعمال قرآن کے بالمقابل ہے کہ وہ قدیم ہے اور یہ حادث . (تقریب و تدریب ۴۲)

مایضاف الی النبی ﷺ میں حضرت ﷺ کے غیر اختیاری احوال مثلا حلیہ شریفہ اور ولادت و وفات کے واقعات بھی داخل ہیں، محدثین اس سے بھی بحث کرتے ہیں ان کو بھی حدیث کی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں، محدثین کی اصطلاح یہی ہے، البتہ اصولیین فقط اقوال و افعال اور تقریرات ہی کو حدیث کہتے ہیں، احوال غیر اختیاریہ کو حدیث میں داخل نہیں مانتے اسلئے کہ ان سے کوئی استدلال نہیں ہوسکتا، انکے موضوع کا یہی تقاضا ہے. (توجیہ النظر الی اصول الاثر ۲)

علامہ طیبی نے فرمایا کہ حدیث کا لفظ صحابہ اور تابعین کے اقوال و افعال و تقریرات پر بھی بولا جاتا ہے. (تدریب ۴۲)، اسی لئے حدیث کی بہت سی کتابوں میں مرفوع حدیث کے ساتھ موقوف اور مقطوع احادیث بھی ذکر کی جاتی ہیں .

خبر : حافظ ابن حجرؒ شرح نخبہ میں فرماتے ہیں کہ لفظ خبر علماء فن کے یہاں حدیث کے مرادف ہے (لہذا ان دونوں کا اطلاق مرفوع، موقوف، مقطوع تینوں پر ہوگا)، بعض نے کہا کہ حدیث وہ ہے جو حضرت ﷺ سے منقول ہے اور خبر وہ ہے جو دوسروں سے منقول ہے، اسی لئے حدیث میں مشغول رہنے والے کو محدث اور تاریخ وغیرہ میں لگے رہنے والے کو اخباری کہتے ہیں (دونوں میں تباین کی نسبت ہے)، بعض نے کہا دونوں میں عموم خصوص مطلق

کی نسبت ہے (خبر عام حدیث خاص، اسلئے کہ ہر حدیث خبر ہے اور ہر خبر حدیث نہیں.
(تدریب ۴۴ و شرح نخبہ ۷)

اثر : محدثین مرفوع اور موقوف دونوں پر اثر کا لفظ بولتے ہیں اس طرح یہ خبر اور حدیث کے مرادف ہوا، فقہاء خراسان مرفوع کو خبر اور موقوف کو اثر کہتے ہیں. (تدریب الراوی ۴۳)
شرح معانی الآثار للطحاوی، تہذیب الآثار لابن جریر الطبری، آثار السنن للنیموی میں ہر طرح کی حدیثیں موجود ہیں.

سنت : علماء اصول کے نزدیک یہ لفظ بھی حدیث کے مرادف ہے اور حضرت ﷺ کے قول وفعل اور تقریر پر بولا جاتا ہے. (توجیہ النظر ۳) اسکی جمع سنن ہے، سنن ابوداود، سنن نسائی، سنن ترمذی میں نبی ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات مذکور ہیں [۱]

روایت : ہر خبر کو روایت کہتے ہیں خواہ کسی سے متعلق ہو.

حدیث کو حدیث کیوں کھتے ھیں ؟

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن حجر نے شرح بخاری میں فرمایا کہ شریعت کی اصطلاح میں حدیث: مایضاف الی النبی ﷺ کو کہا جاتا ہے گویا کہ قرآن کے بالمقابل اس کو بولا جاتا ہے کیونکہ وہ قدیم ہے. (تدریب الراوی ۴۲)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا کہ لفظ حدیث قرآن کریم کی آیت واما بنعمة ربک فحدث

---

[۱] کبھی سنت اور حدیث میں فرق کرتے ہیں سنت اس فعل کو کہتے ہیں جو نبی ﷺ نے بار بار کیا اور اس میں اتباع مقصود ہے، اور حدیث عام ہے کبھی آپ ﷺ نے کوئی کام کرلیا ہو بیان جواز کیلئے یا ضرورۃً اس کو بھی حدیث کہیں گے لیکن سنت نہیں کہیں گے، جیسے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اور روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا حدیث تو ہے لیکن سنت نہیں ہے. افادہ علامہ خالد محمود مدظلہ

سے ماخوذ ہے، اللہ تعالی نے فرمایا کہ آپ کو ضال یعنی احکام وشرائع سے بے خبر پایا تو ہدایت دی یعنی شرائع کی تعلیم دی، پھر فرمایا کہ اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے یعنی خداوندی شریعت کو قول وفعل سے بیان کریں دوسروں کو مستفید کریں اسی قول وفعل کا نام حدیث ہے۔
(مقدمۂ فتح الملہم ملخصا)

اور ظاہر ہے کہ ظاہری نعمتوں کے ساتھ یہ باطنی نعمت بھی لفظِ نعمت کا بہترین مصداق ہے، الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی میں بھی دین وشریعت کی نعمت ہی اولین مصداق ہے۔

حدیثوں میں خود رسول اللہ ﷺ کا لفظ حدیث استعمال کرنا ثابت ہے اور صحابہ کا آنحضرت ﷺ کے سامنے بھی، حدثونی ما ھی؟ قالوا حدثنا یا رسول اللہ (بخاری ۱۴/۱) حدثوا عنی ولا حرج (مسلم ۴۱۴/۲)، من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین، اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم۔(مشکوۃ ۳۵/۱) وغیرذلک احادیث اس کا ثبوت ہیں۔ واللہ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ رسالہ: مَا یَجِبُ حِفظُهٗ لِلنَّاظِرِ

للشاه عبد العزیز الدهلوی ؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث کی کتابوں میں غور کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ ان کتابوں کے مراتب کو جان لیں جو حدیثوں کو جمع کرنے کیلئے لکھی گئی ہیں، حدیثوں کو بیان کرنے والے پیغمبر پر افضل ترین سلام وتحیہ ہو، حدیث کی کتابیں پانچ طبقات پر ہیں:

طبقۂ اولیٰ : وہ کتابیں ہیں جو صرف صحیح احادیث کے لئے لکھی گئی ہیں ان میں ضعیف یا موضوع احادیث نہیں ہیں جیسے مؤطا، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابنِ حبان، حاکم (کی مستدرک) [1] ضیاء مقدسی کی المختار، صحیح ابنِ خزیمہ، صحیح ابوعوانہ صحیح ابن السکن، ابن الجارود کی المنتقی۔

طبقۂ ثانیہ : وہ کتابیں جنکی احادیث لینے کے قابل ہیں جیسے سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، مسند امام احمد، ان میں جو ضعیف احادیث ہیں وہ حسن کے قریب ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی ہمارے شیخِ جلیل نے فرمایا، اکثر لوگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن نسائی

---

[1] عجالۂ نافعہ میں شاہ صاحب نے صحیح ابنِ حبان اور (مستدرک) حاکم کو طبقۂ ثالثہ میں شمار کیا ہے اور یہاں طبقہ اولی میں، اسکی وجہ ہمارے خیال میں یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کے مصنفین نے اپنی ان کتابوں کو اپنے خیال میں صحیح احادیث کے ساتھ خاص کیا ہے اس لحاظ سے وہ طبقہ اولی میں شمار ہوسکتی ہیں لیکن واقعہ کی رو سے ان میں ضعیف اور موضوع احادیث بھی ہیں اس لحاظ سے طبقہ ثالثہ میں انکو شمار کرینگے۔ اسی طرح تفسیر ابنِ مردویہ اور تفسیر ابنِ جریر کو عجالۂ نافعہ میں طبقۂ رابعہ میں شمار کیا ہے جن میں ناقابلِ اعتماد حدیثیں ہیں۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ ان میں ہر طرح کی حدیثیں ہیں ۱۲ فضل الرحمٰن اعظمی

بھی اسی قسم کی کتاب ہے.

طبقۂ ثالثہ : وہ کتب ہیں جن میں حسن، صالح، اور منکر ہر قسم کی حدیثیں پائی جاتی ہیں جیسے ابنِ ماجہ، مسندِ طیالسی، زیادات مسند احمد، مسند عبد الرزاق (شاید اس سے مراد مصنف عبد الرزاق ہے ۱۲ فضل) مسند سعید بن منصور، مصنف ابی بکر ابنِ ابی شیبہ، مسند ابی یعلی موصلی، مسند بزار، ابنِ جریر کی مسند اور انکی تھذیب الآ ثار اور تفسیر، ابن مردویہ کی تفسیر، دیگر تفسیر کی کتب، طبرانی کی تینوں معجم یعنی کبیر، اوسط اور صغیر، سننِ دارقطنی، غرائبِ دارقطنی، حلیۃ الأولیاء لابی نعیم الاصبهانی، سننِ بیہقی، شعب الایمان للبیہقی.

طبقۂ رابعہ : وہ کتابیں ہیں جن کی تمام احادیث [1] پر ضعف کا حکم لگایا جاتا ہے جیسے حکیم ترمذی کی نوادر الاصول، تاریخ الخلفاء (للسیوطی)، تاریخ ابنِ النجار، مسند فردوس للدیلمی، کتاب الضعفاء للعقیلی، الکامل لابن عدی، تاریخ الخطیب للبغدادی، تاریخ ابنِ عساکر.

طبقۂ خامسہ : وہ کتابیں ہیں جو موضوعات کیلئے خاص ہیں ان میں سے ابن الجوزی کی موضوعات، (ابن عراق کنانی کی) تنزیہ الشریعہ اور شیخ محمد طاہر (پٹنی) نہروالی کی موضوعات نیز دیگر کتابیں ہیں.

انتهت الرسالة

(از مقدمہ لامع ص ۳۹)

---

[1] اس کلام میں مبالغہ ہے ان کتب میں بھی ہر طرح کی حدیثیں ہیں. بستان المحدثین میں ہے : کہ فردوس دیلمی میں کثرت سے موضوعات اورواھیات ہیں اور نوادر الاصول میں اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں.

(بستان المحدثین اردو ص ۱۰۱)

ابن عدی کی الکامل میں بعض احادیث معتبر بھی ہیں جیسے حضرت ابو ہریرۃ ؓ کی کتے کے جوٹھے کو تین مرتبہ دھلنے کی مرفوع حدیث. (معارف السنن ۳۲۵)، حکیم ترمذی کی ایک حدیث کو حافظ نے صحیح کہا ہے:

و للحکیم الترمذی بسند صحیح : فرأیته فی کنیف (فتح الباری ۱/۲۴۷)

علامہ بغویؒ (صاحب مصابیح السنۃ)

ولادت ۴۳۵ھ وفات ۵۱۶ھ عمر ۸۱ سال

اسم گرامی حسین بن مسعود، کنیت ابو محمد لقب مُحی السنہ اور رکن الدین ہے، انکے والد کو فرّاء اسلئے کہا جاتا تھا کہ وہ چمڑے کا کاروبار کرتے تھے، آپ مشہور نحوی فراء کے سوا ہیں۔ (مرقاۃ وغیرہ)

فراء نحوی کو فراء کہنے کی وجہ یہ تھی لانہ کان یفری الکلام یعنی بہت فصیح و بلیغ کلام کرتے تھے.

علامہ بغوی کو محی السنہ کا لقب ملنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ جب اپنی مشہور تصنیف ''شرح السنہ'' سے فارغ ہوئے تو آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی آپ نے فرمایا: احیاک اللہ کما احییت سنتی، اسی وقت سے آپ کو محی السنہ کہا جانے لگا.

آپ کو بغوی اسلئے کہا جاتا ہے کہ بغشور آپ کی جائے ولادت ہے (یہ بغشور صوبہ خراسان میں مرو اور ہرات کے درمیان ایک بستی ہے)، مرکب امتزاجی کو جب منسوب الیہ کیا جاتا ہے تو دوسرے جز کو حذف کر کے پہلے جز میں یاء نسبت لگا دیتے ہیں جیسے معدی، بعلی معدیکرب اور بعلبک کی طرف نسبت کرتے ہوئے، البتہ واو کا اضافہ یا اس لحاظ سے ہوا کہ بغ محذوف العجز اسماء جیسے دم کے قائم مقام ہے کیونکہ اسم ثنائی نہیں ہوتا یا اسلئے کہ بغی بمعنی زانی سے اشتباہ ہوتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ خلاف قیاس ہے. بعض کا کہنا ہے کہ قریہ کا نام بغ ہے واد کے اضافہ کیلئے مذکورہ بالا توجیہات جاری کرلی جائیں گی.

(مرقاۃ، التعلیق الصبیح، مقدمہ شرح السنہ)

اس قریہ سے بہت سے فقہاء اور محدثین پیدا ہوئے، بعض نے لکھا ہے کہ ۴۳۵ھ میں مرو میں پیدا ہوئے. ظفر المحصلین ص ۱۶۹، شرح السنہ کے ٹائٹل پر ۴۳۶ھ لکھا ہے اور فوائد جامعہ میں بھی ص ۱۹۳

حالاتِ زندگی : آپ شافعی المذہب تھے، نہایت متقی، پرہیزگار، محدث، مفسر، فقیہ اور قاری تھے، بیوی کا زندگی ہی میں انتقال ہوگیا تھا بہت سا مال چھوڑا لیکن آپ نے اس کے ترکہ سے کچھ نہیں لیا، ہمیشہ باوضو رہتے تھے، قائم اللیل اور صائم الدھر تھے، بہت اصرار پر روغن زیتون استعمال فرماتے ورنہ خشک روٹی سے یعنی بغیر سالن کے روزہ افطار کرتے تھے. (مرقاۃ ۱۰ تذکرۃ المصنفین)

فقہ شافعی میں اصحاب الوجوہ میں سے تھے، آپ کے اساتذہ اور تلامذہ میں بڑے بڑے اصحاب علم وفضل ہیں.

وفات : آپکی وفات شوال ۵۱۶ھ میں مرو میں ہوئی، مقبرۂ طالقانی میں اپنے استاذ قاضی حسین فقیہ خراسان کے پاس مدفون ہیں، عمر اسی (۸۰) سال سے متجاوز تھی. (مرقاۃ، ظفر المحصلین)

علامہ ذھبی کا کہنا ہے کہ بغوی نے حج نہیں کیا. (فوائد جامعہ ۱۹۴)

تصنیفات :

۱۔ مصابیح السنہ: جو مشکوۃ کی اصل ہے اس میں ایک قول کے مطابق ۴۴۸۴ حدیثیں ہیں جن میں صحیحین کی ۲۴۳۴ اور سنن کی ۲۰۵۰ حدیثیں ہیں دوسرے قول میں ۴۴۳۴. مصابیح کئی بار طبع ہوچکی ہے. (مقدمہ شرح السنہ)

۲۔ معالم التنزیل: یہ ایک بہترین تفسیر ہے، علامہ ابن تیمیہ نے اسکو تفسیر قرطبی اور کشاف للزمخشری پر اس لحاظ سے فوقیت دی ہے کہ اس میں ضعیف احادیث اور بدعات بہت کم ہیں. (ایضا)

۳۔ التھذیب: فقہ شافعی میں ۴۔ مجموعۂ فتاوی

۵۔ شرح السنہ :یہ حدیث کی بہترین تشریح ہے (المکتب الاسلامی بیروت سے ۱۵ جلدوں میں شائع ہوچکی ہے سولہویں جلد میں فہرست ہے).

۶۔ الجمع بین الصحیحین

۷۔ ارشاد الانوار (الانوار فی شمائل المختار (مقدمۂ شرح السنہ)

۸۔ ترجمۃ الاحکام فی الفروع ۹۔ الاربعین

علامہ بغوی نے مصابیح کی تصنیف اس طرح کی تھی کہ ہر باب میں دو فصلیں تھیں (الا نادراً)، فصل اول میں صحیحین کی حدیثیں ذکر کیں اور دوسری فصل میں سنن یعنی ابو داود، ترمذی، نسائی، دارمی، ابن ماجہ وغیرہ کی جن کو وہ حسان کے نام سے یاد کرتے ہیں (یہ ان کی اصطلاح ہے ورنہ فصل ثانی میں ضعیف احادیث بھی ہیں)، کتاب میں عام طور سے صحابہ کا نام نہیں تھا نہ حدیث کی تخریج کرنے والے ائمۂ حدیث کا۔ (مرقاۃ مقدمۂ مشکوۃ لزہیر الشاویش)

مصابیح کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اسکی بہت سی شرحیں لکھی گئیں، اسکی حدیثوں کی تخریج کی گئی اور اس کا اختصار بھی کیا گیا۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے ظفر المحصلین ۱۷۰ و مقدمۂ شرح السنہ تا۳۱)

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (قالہ سفیان بن عیینہ۔ الاسرار المرفوعہ للقاری ص ۱۶۱) ان بزرگوں کے تذکرہ سے ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے اور ان کی زندگی سے سبق لینے کی توفیق ملتی ہے، اور دین متین کی حفاظت و اشاعت کیلئے کچھ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، خاص طور سے علم حدیث سے جو اشرف العلوم ہے جس سے کتاب اللہ کی صحیح مراد معلوم ہوتی ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی زندگی کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے، رغبت بڑھتی ہے، اور ہمارے اکابر نے علم حدیث کو بہت اہمیت دی ہے، دورۂ حدیث پر نصاب کی تکمیل کرتے ہیں، سند فراغ اور دستار فضیلت بھی اس کے بعد ہی دیتے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے مدرسہ مظاہر علوم میں جسکے اولین سرپرست اور مربی روحانی تھے، یہ ہدایت اور وصیت کی تھی: ''مہتمم صاحب کو ضروری ہے کہ اس امر میں سعی فرمائیں کہ طلبہ حدیث و فقہ کو بغور و تدبر پڑھیں کہ اصلی مقصد بنائے مدرسہ سے یہ ہے اور بس، اور دیگر فنون خادم و مبادی اس کے ہیں جیسے فنون عربیہ و ادبیہ و اصول یا مخل و مضر اس کے ہیں جیسے فلاسفہ جہل مرکب ...''

مدرسین (مظاہر علوم) کی خدمت میں بھی یہی عرض ہے کہ در باب درس دینیات طلبہ پر تنبیہ رکھیں کہ خوب تدبر کے ساتھ مطالعہ کرکے سمجھیں اور فنون دینیہ خصوصاً حدیث شریف کا بہت اہتمام کریں۔ فقط

وانا الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (از تخصص حدیث شریف تالیف مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ ص ۷)

علامہ خطیب تبریزیؒ (صاحب مشکوۃ)

ولادت سنہ ؟ وفات ۷۴۰ھ

نام محمد کنیت ابو عبد اللہ لقب ولی الدین والد کا نام عبد اللہ نسباً عمری اور وطناً تبریزی تھے، نہایت عابد، زاہد اور اپنے وقت کے بے نظیر عالم تھے۔

مشکوۃ المصابیح: آپ کی تصنیف جس نے آپ کو شہرت دوام بخشی مشکوۃ المصابیح ہے، آپ نے بغوی کی مصابیح پر اضافہ کر کے اس کو زیادہ قابل اعتبار اور مفید بنادیا۔

مصابیح میں عام طور سے (یعنی بہت سی جگہ) حدیث روایت کرنے والے صحابی کا نام [۱] مذکور نہیں تھا، علامہ خطیب نے صحابی کا نام ذکر کیا مثلاً عن ابی هريرة، پھر وہ حدیث جس حدیث کی کتاب میں سند کے ساتھ مذکور تھی اسکا حوالہ دیا، مثلاً رواه البخاری یا رواه ابو داود۔

جو حدیث بخاری یا مسلم میں آئی تھی اس کیلئے صرف اسی کا حوالہ دیا دوسری کتاب کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ صحیحین کے حوالہ کے بعد اس حدیث کا اعتبار ثابت ہو گیا۔

تیسرا کام یہ کیا کہ اکثر ابواب میں تیسری فصل کا اضافہ کیا جس میں باب کے مناسب حدیثیں ذکر کیں، خواہ وہ مرفوع ہوں یا موقوف، جب کہ علامہ بغوی نے صرف مرفوع حدیثیں ذکر کی تھیں، اس طرح کتاب کی احادیث بڑھ گئی۔

صاحب مشکوۃ نے اس کام کیلئے تیرہ (۱۳) کتابوں سے استفادہ کیا جب کہ علامہ بغوی نے صرف سات کتابوں کی حدیثیں ذکر کی تھیں، دیباچہ میں علامہ تبریزی نے ان تیرہ کتابوں

---

[۱] صرف بعض جگہ صحابی کا نام مذکور تھا، علامہ بغوی نے خود مصابیح السنہ میں لکھا ہے: و ربما سميت في بعضها الصحابي الذي يرويه من رسول الله ﷺ لمعنى دعا اليه۔ (مقدمہ مشکوۃ لزہیر الشاویش ۵)

کے مصنفین کے نام ذکر کردیئے ہیں، ان کے علاوہ بھی بعض کتابوں سے حدیثیں لی ہیں۔

مشکوۃ میں فصل ثالث کے اضافہ سے ۱۵۱۱ حدیثوں کا اضافہ ہوگیا، اسلئے مشکوۃ میں کل حدیثیں پانچ ہزار نو سو پینتالیس (۵۹۴۵) ہوگئیں یعنی چھ (۶) ہزار میں ۵۵ حدیثیں کم۔ (مرقاۃ، التعلیق، مظاہر حق) لیکن یہ تعداد اس وقت ہوگی جب کہ مصابیح کی احادیث کی تعداد ۴۴۳۴ مانی جائے، اگر مصابیح کی احادیث کی تعداد ۴۴۸۴ مانی جائے جیسا کہ دوسرا قول ہے تو مجموعی تعداد ۵۹۹۵ ہوگی یعنی ۶ ہزار میں ۵ کم، ہوسکتا ہے کہ مکرر حدیثوں کے ساقط کرنے کے بعد مصابیح کی حدیثیں ۴۴۳۴ رہ گئی ہوں۔ واللہ اعلم

تعداد احادیث مصابیح میں ایک قول صاحب کشف الظنون نے نقل کیا ہے وہ ان دونوں سے مختلف ہے، انھوں نے ۴۷۱۹ کی تعداد بتائی ہے، شیخ البانی کے شمار میں کل تعداد ۶۲۸۵ ہے دیکھئے مشکوۃ بتعلیق البانی۔

مشکوۃ شریف میں کل ۲۹ کتابیں ۳۲۷ ابواب اور ۱۰۳۸ فصلیں ہیں۔

مشکوۃ کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے:

لئن کان فی المشکوۃ یوضَعُ مصباحٌ فذالک مشکوۃٌ وفیها مصابیح

و فیها منَ الأنوار ما شاعَ نفعُها لهذا علی کتبِ الأنامِ تراجیح

ففیه اصولُ الدین والفقهُ والهُدی حوائجُ اهلِ الصدقِ منه مناجیح

(مرقاۃ ص ۱)

مصنف علیہ الرحمہ مشکوۃ کی تالیف سے رمضان ۷۳۷ھ کی آخری تاریخ کو شوال کا چاند نظر آنے کے وقت فارغ ہوئے اس کے بعد اکمال فی اسماء الرجال تصنیف فرمائی اسکی تکمیل سے رجب ۷۴۰ھ میں فارغ ہوئے۔ (آخر مشکوۃ وآخر اکمال بقلم مصنفؒ)

وفات: بقول بعض اسی ۷۴۰ھ میں وفات ہوئی۔ (ظفر المحصلین ۱۷۲)

ہدیۃ العارفین میں اسماعیل باشا نے سن وفات ۷۴۹ھ بتایا ہے۔ (۲/۱۵۶)

شروح : مشکوۃ کی تکمیل کے بعد سب سے پہلے مصنف کے استاذ علامہ حسین بن عبد اللہ ابن محمد الطیبی نے اس کی شرح لکھی ، اس کا نام "الکاشف عن حقائق السنن" رکھا ، علامہ طیبی ہی کے مشورہ سے صاحب مشکوۃ نے مشکوۃ کی تالیف کی تھی ، طیبی نے مصنف کی ہمت افزائی اس طرح کی کہ انکی حیات ہی میں شرح تیار کردی ، طیبی کی وفات ۷۴۳ھ میں ہوئی ، (یہ شرح پاکستان میں طبع ہوئی ہے)

طیبی کی شرح کا خلاصہ سید شریف جرجانی نے کیا ، اس کی ایک شرح شیخ ابن حجر مکیؒ نے بھی کی تھی ، پھر ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے مرقاۃ کے نام سے اسکی مفصل شرح ۵ ضخیم جلدوں میں کی ، ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ میں فارغ ہوئے ، موصوف نے ہر فن میں بہترین تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں .

پھر شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ م ۱۰۵۲ھ نے ایک عربی شرح لمعات کے نام سے لکھی ، پھر فارسی میں مشکوۃ کا ترجمہ اور مختصر تشریح اشعۃ اللمعات کے نام سے لکھی .

شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے مشکوۃ کا ایک ترجمہ بین السطور میں لکھا تھا ، ان کے شاگرد نواب قطب الدین دہلویؒ متوفی بمکہ ۱۲۸۹ھ نے مظاہر حق کے نام سے الگ ترجمہ اور مختصر ضروری تشریح اردو میں تحریر فرمائی ، اسکی اردو بہت پرانی ہوگئی تھی اسلئے مولانا عبد اللہ جاوید غازیپوری صاحب نے مظاہر حق جدید کے نام سے اس کو عصری اردو میں منتقل کیا .

مولانا ادریس کاندھلویؒ شاگرد علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے "التعلیق الصبیح" کے نام سے مختصر اور جامع شرح لکھی ، مولانا عبید اللہ مبارکپوری اہل حدیث عالم نے "مرعاۃ المصابیح" کے نام سے مفصل شرح لکھی اور حنفیت کی تردید انکا اصل موضوع معلوم ہوتا ہے اسلئے حنفیوں کے خلاف نا مناسب طعنے بھی قلم پر آگئے ہیں .

مولانا ابو الحسن صاحب چاٹگامی نے تنظیم الاشتات لحل عویصات المشکوۃ کے نام سے ایک شرح لکھی ، اختلافی مسائل میں جو بحثیں احناف کی کتابوں میں منتشر تھیں انکو جمع کردیا ہے .

مشکوۃ کے طرز پر ایک کتاب "زجاجۃ المصابیح" مرتب کی گئی جس میں شوافع کے بجائے

احناف کے دلائل متن میں ذکر کیے گئے اور حاشیہ میں مشکوۃ کی حدیث جو بظاہر شوافع کے موافق تھی ذکر کرکے اس کا جواب لکھ دیا گیا، بہت مفید کتاب ہے، حیدر آباد کے ایک عالم مولانا ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ نے اس کو ترتیب دیا ہے، ہندوستان میں چھپ چکی ہے، میرے مطالعہ میں ایک مدت تک رہی ہے، پانچ ضخیم جلدوں میں مکمل ہوئی ہے۔

تنقیح الرواۃ: تنقیح الرواۃ کے نام سے ایک کتاب بھی نظر سے گزری جس میں مشکوۃ کی سنن کی حدیثوں پر کلام کرکے اسکی حیثیت صحت وضعف کے لحاظ سے بیان کی گئی ہے، بہت مفید کتاب ہے، صرف ایک جلد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں دیکھی تھی، اب دونوں جلدیں مل گئی ہیں۔

شیخ ناصر الدین البانی کا حاشیہ: شیخ ناصر الدین البانی محدثِ شام نے پوری مشکوۃ پر مختصر تعلیق و تحقیق سپرد قلم فرمائی ہے، اس میں حدیثوں کی حیثیت پر بھی مختصرا کلام کیا ہے اور نسخہ کی تصحیح بھی ہے، مختصر ہونے کے باوجود بہت مفید ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ شیخ البانی متشدد ہیں اسلئے ان کی تحقیق پر کسی سنجیدہ محدث کے نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

ہمارے شیخ محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ نے البانی پر ایک نقد ''الالبانی شذوذہ واخطاءہ'' کے نام سے شائع کیا ہے، اس میں شیخ البانی کی متعدد غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو انھوں نے الاحادیث الصحیحۃ اور الاحادیث الضعیفۃ میں کی ہیں، دوسری تصنیف ''تناقضات الالبانی'' بھی البانی کی تردید میں ہے۔ (اس کے مصنف شیخ حسن بن علی سقاف ہیں)

ھدایۃ الرواۃ لتخریج احادیث المصابیح و المشکوۃ: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ